

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



پاکستان کا معجزانہ قیام ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام و بقا کے ضمن میں ”معجزانہ“ نوعیت کے واقعات کا ظہور اس سلسلے کے ساتھ ہوا ہے کہ کوئی بالکل ہی کور باطن ہو تو اور بات ہے، ورنہ ہر صاحب دیدہ بینا کو صاف نظر آتا ہے کہ پاکستان کا قیام لراوہ مشیت خداوندی کے ایک خصوصی ظہور کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا وجود یقیناً تدبیر الہی کے کسی طویل السیاد منصوبے کی ایک اہم گڑھی کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ حقیقت کہ پاکستان کا قیام ایک ”معجزہ“ تھا، پورے طور پر تو اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب برصغیر پاک و ہند میں ہندو مسلم مسئلے کے پورے تاریخی پس منظر کو سمجھا جانے اور خاص طور پر ان نئی پیچیدگیوں کا فہم و شعور اور ان نئی جہتوں کا ہدیہ بطور صدقہ جاریہ ایک روپے

הנהגות המנהל הכללי של המבחנים
הממשלתיים, המיועדים לשימוש
במבחנים הממשלתיים, המיועדים
לשימוש במבחנים הממשלתיים.

הנהגות המנהל הכללי של המבחנים
הממשלתיים, המיועדים לשימוש
במבחנים הממשלתיים, המיועדים
לשימוש במבחנים הממשלתיים.

הנהגות המנהל הכללי של המבחנים
הממשלתיים, המיועדים לשימוש
במבחנים הממשלתיים, המיועדים
לשימוש במבחנים הממשלתיים.

הנהגות המנהל הכללי של המבחנים
הממשלתיים, המיועדים לשימוש
במבחנים הממשלתיים, המיועדים
לשימוש במבחנים הממשלתיים.

ایک دیوانے کے خواب اور مجذوب کی برٹیا زیادہ سے زیادہ سووے بازی کے حربے سے بڑھ کر نظر نہ آتا تھا۔

اس پر مزید اضافہ کیجئے اس کا کہ برطانیہ میں اس وقت لیبر پارٹی کی حکومت تھی جسکی ہمدردیاں واضح طور پر کانگریس کے ماتھے تھیں۔ چنانچہ 1946ء میں جب اس حکومت کے فرستادہ وزاری مشن نے بنیادی منصوبہ پیش کیا تو اس کی تمسید کے طور پر واضح الفاظ میں ہندوستان کی تنظیم کو غیر معقول اور ناقابل عمل قرار دے کر رد کر دیا تھا۔ مزید برآں اس وقت تو یہ حقائق صرف اہل نظر کی نگاہ اور واقف حال لوگوں کے علم میں ہوں گے لیکن اب تو یہ تمام راز طشت ازبام ہو چکے ہیں کہ شخصی اعتبار سے برطانوی وزیراعظم ایسی کو مسلم یک اور قائداعظم سے ذاتی بغض تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لارڈ ماڈزٹ مین جس کے ہاتھوں تدرت نے ہندوستان کو بالفعل تقسیم کرایا۔ ایک طرف خود لگدگی کا چپلا تھا تو دوسری طرف پنڈت نہرو کی دوستی صرف اس تناسل سے نہیں، اس کے پورے ”خاندان“ سے تھی جبکہ قائداعظم سے اسے ذاتی پر خاش اور نفرت تھی۔

ادھر وہ مسلم یوم جس نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا جس انتشار ذہن و فکر لوہو پر کانگری عمل کا شکار اور ہمت و جرات کے

فعال عنصر تقسیم ہند کے خلاف تھے جن میں اہم ترین معاملہ تو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی زیر قیادت کانگریسی مسلمانوں اور مولانا حسین احمد مدنی کی زیر سرکردگی جمعیت علمائے ہند اور ان کے مؤسسین اور معتقدین کا تھا۔ پھر پنجاب میں مجلس احرار اسلام ایسکی زوردار عوامی خطباء مقررین پر مشتمل جامعہ تھی اور سرحد میں ضدائی ضد سنگاروں جیسا پر جوش عوامی کارکنوں کا گروہ تھا۔

ادھر ہندو خود بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ صرف یہ کہ تعداد کے اعتبار سے لگ بھگ تین گنا تھے بلکہ دولت و سرمایہ اور تجارت و صنعت پر تو تقریباً بلا شرکت غیرے قابض تھے اور تعلیم، قومی بیداری اور سیاسی تنظیم کے اعتبار سے بھی آگے تھے اور آگے بھارت کے پڑے میں اضافی وزن بڑھ رہا تھا دیر غیر مسلم اقوام اور نیشنلسٹ مسلمانوں کا اور ان سب کے معاملے میں بھی مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے والی ”علم یک، گویا معاملہ بالکل وہی تھا کہ ۔۔۔“ لڑاوے مولے کو شاز سے ”یا

۔۔۔ الجھ رہے ہیں زمانے سے ہندو یوانے“

چنانچہ اعداد و شمار، حالات و واقعات اور اہمیت و عمرانیات کے کسی بھی اصول اور قاعدہ کی رو سے ”مظاہر پاننان“

معاملہ ”کیونکہ مشن پلان“ کا ہے جس کے بعد اس امر میں کسی قلم کا غائب بھی باقی نہیں رہ جاتا کہ پاکستان کا قیام مشیت و قدرت خداوندی کے خصوصی مقور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس پلان کے مصفیوں نے ہندوستان کی مسلم کو مناسب ہی نہیں بلکہ ناممکن اعلیٰ قرار دے کر گویا بزمِ خوش آواز و نور، مختار پاکستان کے مطالبہ کے تلاوت میں آخری کلمہ چھوٹک دی تھی اور اس کے بجائے ہندوستان کی ایک ”سرکاری حکومت“ کے تحت زمین خطوں (Zones) پر مشتمل نفاق کا نقشہ پیش کیا تھا۔

ہندوستان کے ماضی قریب کی تاریخ کا ہر طاہم جانتا ہے کہ یہ قائد اعظم مرحوم کی سیاسی زندگی کا نازک ترین مرحلہ اور ان کے تندر و تحمل اور دور اندیشی و معاملہ فہمی کا سخت ترین امتحان تھا۔ انہیں ایک طرف طاقت نظر آ رہا تھا کہ برطانوی حکومت مختلف داخلی و خارجی عوامل کے تحت ہندوستان سے لوہا بستر لیٹے پر عملی ہوئی ہے اور اگر اس مرحلے پر مسلم لیگ کی جانب سے بڑا نہیں عند اور بہت کا مظاہرہ ہوا تو لیسہ پائی کی ”پر مجھتیز گورنمنٹ“ ہندوستان کی حکومت یکطرفہ طور پر ناکہ لیں کے حوالے کر دے گی اور پھر ہندوں کے چنگ سے رہائی پلا شاید لاکھوں زمین کروڑوں

زوال سے دوچار تھی، اس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ چند ہی سال قبل مستقل کے قائد اعظم اور ممتاز پاکستان نے قوم سے بدلہ اور یوں ہو کر وطن عزیز سے باطنیہ ”ہجرت“ کر لی تھی اور مستقل طور پر انگلستان میں جا بیٹھا گیا تھا اور ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے تھے کہ

”ہندو کو تہ اندیش ہیں اور میرے خیال میں ناقابل اصلاح اور سمدانوں کی صفیں ایسے کم ہمت لوگوں سے بھری پڑی ہیں جو سیرتِ ناتھ بات کرنے کے بعد ڈبلی گمشتر سے پوچھیں کہ کہا کرنا چاہئے۔ ان دو گروہوں کے باہمی بچھے آوی کی جگہ کہاں ہے ؟“
(صحیح محمد اکرام، ہندوی مسلم لادبا)

مزید برآں خود اس جواہر اور اسکے وابستگان کا عالم کیا تھا جس نے حصولِ پاکستان کے لئے سرکشی تھی، اس کا اندازہ کرنے کے لئے قائد اعظم کے اس مشہور خطے کو دہلی میں تازہ کر لیا کافی ہے کہ ”سیرتی جیت میں کھولنے کے ہیں۔“ اسی حالات و واقعات کے مد نظر کون کہہ سکتا ہے کہ برصغیر کی تقسیم اور پاکستان کا قیام کسی ”سرخہ“ سے کم تھا۔

اور اگر کسی کو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں تامل ہو اور قلم و شب کی گنجائش نظر آئے تو اس ضمن میں آخری فیصلہ کن

عالموں کی قربانی سے ممکن ہو سکے۔ دوسری طرف یہ بات بھی واضح تھی کہ اس منصوبہ کو تسلیم کرنے کے معنی یہ تھے کہ مسلم لیگ نے ہریانہ کی اور کم از کم وقتی طور پر آزاد اور خود مختار پاکستان کے مطالبے سے دستبرداری اختیار کر لی اور گزشتہ چند برسوں کے دوران جو نفسیاتی اور جذباتی فضا ہندوستان کی مسلم قوم میں پیدا ہو چکی تھی اس کے پیش نظر شدید اندیشہ تھا کہ اس کے نتیجے میں پاکستان متعلق ہو کر قلاوے سے باہر ہو جائیں گے یا ان کے حوصلے اور ولولے ہمیشہ کے لئے سرد ہو جائیں گے یا کم از کم مسلم لیگ اور خود قائد اعظم کی سیاسی موت واقع ہو جائے گی۔ گویا قائد اعظم اور مسلم لیگ دونوں کو اس وقت ایک جانب کنواں اور دوسری جانب آسمانی ولی صورتحال سے سابقہ تھا۔ البتہ کیپٹن مشن پلان میں دو باتیں دبانے کو نیچے کا سہارا“ کا مصداق بھی تھیں۔ ایک یہ کہ اس میں تین زونوں (Zones) کی صورت میں پاکستان کے نقشے کی دھندلی سی تصویر موجود تھی اور دوسری یہ کہ دس سال کے بعد ہر خطے کے لئے مرکزی حکومت کے ساتھ اپنے تعلق پر نظر ثانی کرنے کی گنجائش موجود تھی۔ اس طرح اس وقت نہیں تو دس سال بعد آزاد پاکستان کے قیام کا امکان کم از کم نظری طور پر موجود تھا

قیام کے بعد اس کا بالفعل امکان بہت کم تھا۔ میرے نزدیک یہ قائد اعظم کے سیاسی سندر (Statesmanship) اور واقعیت پسندی (Realism) کا شاہکار تھا کہ انہوں نے 6 جون 46ء کو کیپٹن مشن پلان کو منظور کر لیا۔ اگرچہ اس پر نہ صرف یہ کہ ہندو پریش سے نوبت لگیں بجائیں، شمسہ اڑیا، کارٹون شائع کئے اور اسے پاکستان“ کے تصور کی آخری اور ”نئی بندوبست قرار دیا بلکہ خود برطانوی حکومت نے بھی اسے مسلم لیگ کی کمزوری پر کھول کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کیپٹن مشن پلان کے تحت بننے والی مرکزی حکومت کی تشکیل کے ضمن میں ایسے ایک صریح وعدے کی خلاف ورزی کی اور واضح اعلان سے انحراف میں کوئی گتھک محسوس نہیں کی۔

اس موقع پر مشیت ایزدی اور قدرت خداوندی کا خصوصی ظہور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں کا حوالہ دیتے آچکے ہیں کہ ”تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے مابین ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جدمر چاہے، پھیر دیتا ہے۔“ یہ بات نبی کے ان بیانات کی صورت میں ہوا جو انہوں نے فتح کے لمحے میں بدست ہو کر دیتے، جن کے نتیجے میں کانگریس کی جانب سے پلان کی منظوری کی بالفعل نفی ہو گئی اور ہندو ذہنیت پوری طرح اپنے نقاب

سائیکس جانتا ہے“ (مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب کے صفحات 143 تا 145 پر پنڈت جی کی 1937ء کی ایک ایسی ہی کوہ ہمالیہ جھنٹی بڑی غلطی کا ذکر کیا ہے جس کا براہ راست تعلق چوہدری صاحب کی ذات سے تھا جس کی بناء پر مولانا آزاد کے نزدیک یوپی میں مسلم لیگ کی تحریک کو عروج حاصل ہوا) ہمارے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی تصرف کا مظہر تھا اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے گویا مسلمانان ہند پر یہ حجت قائم فرمائی تھی کہ تم تو ایک کلیتاً آزاد خود مختار پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہو گئے تھے، ہم نے اپنی خصوصی مشیت و قدرت کو بروئے کار لا کر تمہیں ایک کاملتاً آزاد خود مختار پاکستان عطا فرمایا ” تاکہ دیکھیں کہ اب تم کیا کرتے ہو۔“ چنانچہ یہ روایت مولانا حسین احمد مدنی کے معتقدین کے حلقے میں تواتر کے ساتھ بیان ہوتی ہے کہ مولانا نے 46ء کے رمضان میں سلٹ میں جہاں عموماً ماہ رمضان گزارا کرتے تھے، فرما دیا تھا کہ ”ماء اعلیٰ میں پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو گیا ہے“ اور اس پر جب ان کے کسی عقیدت مند نے سوال کیا کہ ”پھر ہم کیا کر رہے ہیں؟“ تو مولانا نے جواب دیا کہ اس معاملے کا تعلق امور تکوینیہ سے ہے جن کی پابندی ہمارے لئے ضروری نہیں۔“

بشکرہ

روزنامہ جنگ کراچی

11 اگست 1998ء